(دوسری قسط)

دُرِ منظوم یعنی مجموعۂ قصائد

عالم ربانی خطیب لاثانی سلطان الواعظین علامہ مولانا سید وجاہت حسین ناظمؔ مرحوم

شمس الشموس: در تہنیت ولادت حضرت خاتم النبیینؐ

مرے ساقی ذرا اک جام بھر دے آب کوثر سے
نہ روکے جس سے توبہ اس سے پھر میخوار کیوں تر سے

پلا دے آج وہ جام مئے حب نبیؐ مجھ کو
کہ بے ہوشی میں بھی غافل نہ ہوں مدح پیمبرؐ سے

تعلق دل کا کہتا ہے کہ چل بھی وہ ہے مئے خانہ
مگر کچھ زور میکش کا نہیں چلتا مقدر سے

کہے دیتے ہیں ہم میکش بھی ہیں پیرو بھی احمدؐ کے
ہمیں کیا فکر توبہ کی ہمیں کیا کام محشر سے

سنا دوں آج میں روشن دلوں کو اور اک مطلع
چمک میں جو سوا ہو مطلع خورشید خاور سے

تعلق ہے نگہ کو یہ شراب روح پرور سے
اشارے میں نظر کے مئے چھلک جائے گی ساغر سے

بہت مجمع تھا لیکن میں شرابی خلد تک پہنچا
ملا کیا راستہ سیدھا مجھے میدان محشر سے

ابھی تو گرمیٔ وجوش محبت سے تڑق جاتے
تری لیتے نہ یہ شیشے جو میرے دیدۂ تر سے

وہ ضو دیتے ہیں شیشے وہ رکھے ہیں سامنے ساغر
مجھے خمخانہ اے ساقی! نظر آتا ہے منبر سے

کسی بحر کرم کی مدح اب لازم ہے اے ساقی
سوا کر دے طبیعت کی روانی آب کوثر سے

شکست توبہ کی بنیاد قائم اور ہوتی ہے
کوئی ساغر جو مئے خانہ میں لڑ جاتا ہے ساغر سے

قیامت ہو تو ہو اے شوق دل یوں بھی بسر کر لے
پتا پوچھیں گے کوثر کا شفیع روز محشر سے

سحر ہونے کو ہے نغمہ سرا ہے باغ میں بلبل
حسینان چمن اٹھتے ہیں اب جھولوں کے بستر سے

اسی سے خاص شبنم کا بھی رونا بے محل ٹھہرا
ہنسی کی اک ادا ظاہر ہوئی ہے ہر گل تر سے

جہاں میں آمد آمد ہے گل باغ نبوت کی
ہوا ہے ہر شجر آراستہ پھولوں کے زیور سے

دئے ہیں اس قدر شبنم کے چھینٹے رنگ کھلنے کو
چھلک آیا لہو آخر کو رگ ہائے گل تر سے

یہ ہے فصل بہاری کیوں چلا آیا گلستاں میں
لئے لیتے ہیں گل رنگینیاں طاؤس کے پر سے

گرے پڑتے ہیں گل شاخیں لڑی جاتی ہیں آپس میں
خدا محفوظ رکھے اس نسیم صبح کے شر سے

ذرا دل کو سنبھالے جایئے گا اپنے گلشن میں
ہوا کی چال بھی کچھ کم نہیں رفتار دلبر سے

کسی کے عشق میں دل جل رہا ہے اس کا بھی شائد
کہ دیکھا ہے شرر اکثر نکل آتے ہیں پتھر سے

کسی کے عشق ابرو نے لگا دی آگ پانی میں
ہوئی چنگاریاں جوہر کی ظاہر آب خنجر سے

گلے کٹوا لئے خود مچھلیوں نے شوق میں آکر
مشابہ ہوگئیں پانی کی موجیں کس کے خنجر سے

دوپٹے اوڑھ لیں آب روان کے رنگ کی موجیں
ہوا ہے سرخ پانی نہر کا عکس گل تر سے

ہوا ہے کون پیدا نور ہے کس کا یہ عالم میں
صدا صل علیٰ کی آج کیوں آتی ہے ہر گھر سے

یہ کس کے نام میں اتنی کشش ہے کون ہے ایسا
یہ کس کے شوق میں موتی ابھر آئے سمندر سے

کسی مقبول باری سے مزین ہونے والے ہیں
یہ ظاہر ہورہا ہے رونق محراب و منبر سے

ہوئے ہیں آج پیدا صاحب معراج دنیا میں
زمیں پر تہنیت کو جبرئیل آئے فلک پر سے

بچھا رکھے اسی امید پر حوروں نے دل اپنے
عجب کیا ہے کہ وہ دلدار آنکلے مقدر سے

یہ پہنچا حکم خالق کا شب میلاد جنت میں
کہ ہوں آراستہ حور و ملائک جامۂ زر سے

ہوا ہے آج جو پیدا اسے معراج بھی ہوگی
سنوارو اک براق خاص کو پھولوں کے زیور سے

کہو رضواں سے جلدی باغ کو آراستہ کر دے
رنگے پھولوں کے جامے سرخیٔ یاقوت احمر سے

بچھا دے چادریں آب رواں کی گرد کوثر کے
بلوریں جام رکھ دے جلد دھو کر آب کوثر سے

بڑھانا ہو اگر سنبل کو خوشبو اپنی زلفوں کی
تو جھاڑے کہکشاں کو آج گیسوئے معنبر سے

فلک پر جلوہ گر ہوں جلد قندیلیں کواکب کی
بچھا دے چاندنی کا فرش کہہ دو ماہ انور سے

نچھاور جو ہوا تھا زر شب معراج احمدؐ پر
بنائے خالق افلاک نے تارے اسی زر سے

جہاں میں جب نظر آنے لگا نور رخ احمدؐ
مبارکباد کی آنے لگی آواز گھر گھر سے

پہن کر زعفرانی خلعت پر نور دن آیا
کیا کالی ردا کو لیلیٰ شب نے جدا سر سے

لطافت اس کو کہتے ہیں کہ سایہ بھی نہیں پڑتا
بھلا کیا نسبت آئینہ کو ہے جسم پیمبر سے

بڑھایا خوب رتبہ کعبہ کا ان کی عبادت نے
بتوں کے جھک گئے سر نعرۂ اللہ اکبر سے

نسیم صبح آئی ہے یہ ہم سب کو خبر دینے
ہوا ہے حکم اس محفل میں بھی ابر کرم برسے

دہن ابر کرم کے موتیوں سے آج سب بھر لیں
نکالیں اپنے منھ کو مچھلیاں پانی کی چادر سے

کیا ہے ہوشیاری سے یہ ذکر میکشی ناظمؔ
صلہ مدح پیمبرؐ کا لیا ساقیٔ کوثر سے

ضیاء بیت اللہ: درستائش وتفصیل واقعۂ ولادت حضرت امیرالمومنینؑ

فلک پر درد آہ عاشقان سے یوں گھٹا چھائی
کسی معشوق لیلیٰ وش نے جیسے زلف بکھرائی

اٹھی کالی گھٹا گردوں سے پھر فصل بہاری میں
دعا مستوں کی لے ساقی پلا کے جام صہبائی

طبیعت جوش میں ہے آج ایسی مئے کا ساغر دے
کہ جس کے قطرہ قطرہ میں ہو جزر و مد دریائی

چڑھے سر میں نشہ، آنکھیں کھلیں روشن حقیقت ہو
شراب سرخ بن جائے شراب شام تنہائی

مرے جاتے ہیں تیری حسرت دیدار میں میکش
چکھا دے شربت دیدار دور مست خودرائی

ترے ہی ۔ہجر کے مارے ہیں ہم تو ہی جلا بھی دے
ارے او قاتل عالم دکھا دے اب مسیحائی

سبک دیدے شراب ایسی کہ جسکو پھول کہتے ہیں
تیری خسّت پہ مجھ کو شرم، غنچوں کو ہنسی آئی

تعلق کوئی دیکھے تو شراب روح پرور کا
ادھر ساغر میں مئے کھنچ کر لبوں پر جاں ادھر آئی

پسینہ آگیا رخ پر رگیں ٹوٹیں میرے دل کی
مرے ساقی نے شائد لی بھری محفل میں انگڑائی

صراحی سرکشی کرتی نہ کیوں کر مجھ سے محفل میں
جب آئی سامنے میرے تو کھنچ کر خود شراب آئی

سناؤں ایک اور مطلع کہ روشن دل بھی شاداں ہو
طبیعت جوش میں آئی طبیعت جوش میں آئی

لگا دی آگ دل میں آئی جسدم شام تنہائی
دھواں اٹھا مرے دل میں جو اس نے زلف بکھرائی

مجھے اب تاب ضبط نالہ و شیون نہیں باقی
بھر آیا دل نہ جانے بیٹھے بیٹھے لہر کیا آئی

یکا یک جیسے تیرے عشق نے برما دیا دل کو
ہوئی الجھن وساوس دل میں آئے طبع گھبرائی

بس اتنا تو نظر آیا مری چشم تصور کو
کہ آکر سامنے سے ہٹ گیا ایک مست رعنائی

ادھر وہ آنکھ سے اوجھل ہوا یاں میری نظروں میں
زمانہ ہو گیا تاریک مثل شام تنہائی

سمند فکر پھر جولاں گہہ عالم میں دوڑایا
مگر خاک قدم تک اس کی ڈھونڈھے سے نہ ہاتھ آئی

تصور دشت گردی کا نہ تھا اعجاز سے خالی
کہ جس نے مجھ سے گھر بیٹھے جہاں کی خاک چھنوائی

تعجب تو یہی ہے جس کی صورت بھی نہ دیکھی ہو
محبت میں اسی کی روز وشب ہو دشت پیمائی

بتا اے حسرت دل کیا جہاں میں یہ بھی ہوتا ہے
کہ بے دیکھے کسی پر کوئی ہوجاتا ہے شیدائی

ہجوم رنج و غم بھی باعث تقویت دل تھا
شکستہ شیشۂ دل سے صدائے یا علی آئی

مرے زخموں نے آنکھیں کھول دیں نام علی سن کر
دل مردہ کی حسرت بن گئی چشم تماشائی

علی وہ جس نے کی مشکل کشائی انبیا کی بھی
علی وہ قبل آدم جس نے اپنی شان دکھلائی

یہ وہ مشکل کشائے خلق ہے جس کے تصدق میں
پھری یعقوبؑ کی نور نظر ملنے سے بینائی

ملی تھی بطن ماہی سے نجات اس وقت یونسؑ کو
اسی مشکل کشا کی جب قسم خالق کو دلوائی

انھیں کے فیض سے بھڑکی ہوئی آتش بنی گلزار
نجات ان کے تصدق میں خلیل اللہ نے پائی

جگہ دی کوہ جودی نے وفور شوق سے سر پر
قریب غرق کشتی نوح کی طوفاں میں جب آئی

انھیں کا نام کندہ تھا انگوٹھی پر سلیماں کی
حکومت اک زمانہ کی اسی سے ان کو ہاتھ آئی

اسی نے شیر کے پنجہ سے سلماں کو چھڑایا تھا
غرض وہ کون ہے جس میں مدد اس نے نہ فرمائی

کروں قطع نظر اس سے سناؤں ایک اور مطلع
بس اے ساقی ہٹا لے سامنے سے جام صہبائی

بروز جمعہ جب ماہ رجب کی تیرہویں آئی
تو اپنے نفس سے کعبہ کی زینت حق نے فرمائی

مفصل حال پیدائش کا شہ کی نظم کر ناظمؔ
کہ ہوں مست آج محفل میں شہ دیں کے تولائی

لکھا ہے جب ہوا بنت اسد کو درد زہ عارض
دعا تحت جدار کعبہ یہ خالق سے فرمائی

قسم ہے تجھ کو اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ و سلیماںؑ کی
قسم دیتی ہوں اس کی جس کو دی تونے مسیحائی

خداوندا کروں میں التجا تیرے سوا کس سے
غیاثی انت یارحمن الھی انت مولائی

بحق یوسفؑ و یعقوبؑ و ادریسؑ نبی یا رب
تصدق اس کا جس پر تو نے آتش سرد فرمائی

تصدق آدمؑ و الیاسؑ اور ہارونؑ و موسیٰ کا
طفیل ان سب کا جتنے انبیا تھے تیرے شیدائی

صعوبت آج کے دن کی بآسانی ہو طے یا رب
مدد کر میری اے خالق دکھا دے شان یکتائی

ثمر دیکھا نہ جب اپنی دعا کا ان وسیلوں سے
تو ما فی البطن کے حق کی قسم خالق کو دلوائی

دعا بنت اسد کی ختم بھی ہونے نہ پائی تھی
کہ آواز ادخلی فی کعبتی کی کان میں آئی

یہ سنتے ہی وہ پہلے شکر کا سجدہ بجا لائیں
نظر اب سوئے کعبہ کی تو اک دیوار شق پائی

ہوئیں بنت اسد کعبہ میں داخل حکم خالق سے
سوا مریم سے رتبہ میں ہوئیں یہ حق کی شیدائی

ولادت لم یلد کے گھر میں نفس اللہ نے پائی
علی نے کی مکان لامکاں کی عزت افزائی

ہوا کعبہ میں یہ مہر امامت رات کو طالع
جہاں میں نور وجہ اللہ پھیلا صبح عید آئی

ولادت ایسے عابد کی ہوئی معبود کے گھر میں
بتوں کی بھی جبیں سجدہ میں حق کے جس نے جھکوائی

ہوا شیر خدا بنت اسد کے بطن سے پیدا
مبارک ہو محمدؐ کو کہ پایا شیر سا بھائی

رہیں بنت اسد پھر تین دن تک گھر میں خالق کے
مگر چشم مبارک مرتضیٰؑ نے وا نہ فرمائی

لکھا ہے مادر حیدرؑ چلی کعبہ سے چوتھے دن
طبیعت ان کی آنکھوں کے نہ کھلنے سے جو گھبرائی

ادھر کعبہ سے یہ نکلیں علی کو لے کے ہاتھوں پر
ادھر وحیؑ خدا وند جہاں احمدؐ پہ یہ آئی

کہ استقبال کو تم جاؤ میرے گھر سے آتا ہے
ابوطالب کا بیٹا کا تمہارا ابن عم بھائی

امین وحی سے یہ سن کے نکلے ہی تھے پیغمبرؐ
کہ تنویر رخ پر نور وجہ اللہ نظر آئی

لیا بڑھ کر نبیؐ نے قوت بازو کو ہاتھوں پر
یداللہ فوق ایدیھم کی یوں تفسیر فرمائی

کہا ہے باب شہر علم دیں جس کو محمدؐ نے
مبارک شہر مکہ کو اب اس سے اپنی زیبائی

زہے وہ شہر جس کا در ہو قالع باب خیبر کا
خوشا وہ باب جس نے شہر علم دیں میں جا پائی

مبارک تجھ کو اے خلاق عالم اپنا یہ بندہ
ترے بندوں کو تیری شان جس نے آ کے دکھلائی

جبھی تو شافعی کو عمر بھر اس میں رہی حیرت
علی ربہ ام ربہ اللہ کہہ کے موت آئی

مبارک تجھ کو بھی اے ذوالفقار برق دم یہ دن
کہ قسمت سے جگہ دست خدا میں تجھ کو ہاتھ آئی

فروغ اپنا امیر المومنینؑ کو بھی مبارک ہو
کہ ہر بات ان کی احمدؐ کے مساوی حق نے فرمائی

حبیب اللہ فرمایا اگر احمدؐ کے بارے میں
تو نفس اللہ کہہ کر کی علیؑ کی عزت افزائی

ہے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ شان میں ان کی
نوید قل کفیٰ و انما ان کے لئے آئی

شہ لولاک ختم الانبیاء یعنی محمدؐ نے
خدا کے حکم سے معراج اگر افلاک پر پائی

تو معراج ان کو دوش مصطفیٰؐ پر دے کے خالق نے
بلند ان سے بھی قد آدم ان کی شان دکھلائی

اگر والشمس سے کھائی قسم احمدؐ کی خالق نے
تو کہہ کر والقمر بعد اس کے ان کی بھی قسم کھائی

قمر کو شق کیا احمدؐ نے تو دست ید اللہ میں
ہلال تیغ دو ٹکڑے ہوا با وصف یکتائی

بنایا سنگریزوں کو جواہر دست سائل میں
سخا اپنے زمانے میں جو یوں احمدؐ نے فرمائی

تو اس بحر کرم نے بعد مردن یہ سخاوت کی
کہ درہائے نجف سے بھر دیا دامان صحرائی

حقیقت تو یہ ہے ناظمؔ کہ دونوں نور واحد ہیں
ہے مثل ذوالفقار ان میں دوئی کے ساتھ یکتائی

ماہ حرم: درتہنیت ولادت حضرت صدیق اکبر امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

کھنچا آتا ہے دل انگڑائی لے کر دیکھنے والے
یوں ہی پھر دیکھ لے قربان تجھ پر دیکھنے والے

اشارہ چشم و ابرو کا جلا دیتا ہے مردوں کو
ادھر بھی اک نگاہ روح پرور دیکھنے والے

ہٹا دے چہرۂ روشن سے اب بکھرے ہوئے گیسو
مرے جاتے ہیں شام غم کا منظر دیکھنے والے

اشارہ کر دے ابرو سے تو خود سر کاٹ دیں اپنے
کھڑے ہیں منتظر غصہ کے تیور دیکھنے والے

کبھی شبہائے فرقت کا مرا رونا بھی یاد آیا
بتا برسات کی راتوں کا منظر دیکھنے والے

بہت دل کش ہے میرے داغہائے دل کا نظارہ
ادھر دیکھ اے بہار ماہ و اختر دیکھنے والے

نہ رویا تھا اگر شمع لحد کو دیکھ کر گریاں
تو ہنسا بھی نہ تھا پھولوں کی چادر دیکھنے والے

مجھے جلوہ دکھا کر حشر میں پھر منھ چھپا لینا
نہیں تو دیکھ لیں گے آنکھ بھرکر دیکھنے والے

صدا پہچان لی جب صاحب معراج نے تیری
تو اب پردہ سے کیا حاصل ہے چھپ کر دیکھنے والے

نگاہوں سے بتوں کو پھیر کر کس کو کیا سجدہ
نظر کون آگیا کعبہ کے اندر دیکھنے والے

میں ان آنکھوں کے صدقہ جن سے دیکھا ہے وہ نظارہ
ادھر بھی دیکھ لے اے روئے دلبر دیکھنے والے

جدار کعبہ کی تصویر ہے اس میں نہ حیراں ہو
مرے چاک گریباں کو منور دیکھنے والے

زچہ بچہ کو لاتی ہے، کھلا کعبہ کا دروازہ
کھڑے ہیں در پہ شہر علم کا در دیکھنے والے

ہوئی ہے آج وجہ اللہ کی کعبہ میں پیدائش
خدا کو دیکھتے ہیں روئے حیدرؑ دیکھنے والے

سماتا ہی نہیں آنکھوں میں باغ دہر کا نقشہ
زمیں پر آئے ہیں جنت کا منظر دیکھنے والے

بتا کس اوج کے نقطہ پہ جانے کا ارادہ ہے
کف پا اپنی اور کتف پیمبرؐ دیکھنے والے

بتوں پر گہہ نظر ہے گاہ اپنے دست و بازو پر
ذرا دیکھیں تو اس بچہ کے تیور دیکھنے والے

فدائے دست و بازو دیکھ الٹ دینا نہ دنیا کو
کلائی اپنی اور جبرئیل کے پر دیکھنے والے

فدائے دست و بازو دیکھ الٹ دینا نہ دنیا کو
الٹ کر آستیں کو سوئے خیبر دیکھنے والے

نقاب رخ الٹ دے یا صدا دے لن ترانی کی
کھڑے ہیں نور وجہ اللہ کا منظر دیکھنے والے

کلیم اللہ کو آنے لگا ہے ہوش اب کچھ کچھ
گرا دے ایک بجلی اور ہنس کر دیکھنے والے

خدا تم کو کہے کوئی تو کیا بندہ کہے تو کیا
سمجھ لیں گے خود ہی اے بندہ پرور دیکھنے والے

دیار نظم میں سکہ مرا چلنے تو دو ناظمؔ
کھرا کھوٹا پرکھ لیں گے سخنور دیکھنے والے

آبشارِ صفا: در ستائش حضرت اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالبؑ

یہ کہتی ہے بہار ایسی خزاں کی گت بنا دیں گے
کہ جس پر ہنس پڑیں گے پھول غنچے مسکرا دیں گے

رطوبات زمیں کو جوش دے کر غیر معمولی
خدا چاہے تو اب کی مرتبہ طوفاں اٹھا دیں گے

کچھ ایسا جزر و مد پیدا کریں گے آب گوہر میں
سفینے ڈوب جائیں گے دہائی ناخدا دیں گے

بعون خالق سہم و جبل ہم سعیٔ کامل سے
صفا کی آبشاریں سنگ اسود پر گرا دیں گے

کمندیں ڈال کر ہم آج فواروں کے پردے میں
فلک پر گلشن عالم کی نہروں کو چڑھا دیں گے

ہمارا فیض یوں تو ہوگا ہر اقلیم میں لیکن
عرب کی سرزمیں کو باغ جنت سے بڑھا دیں گے

انہیں آنے تو دے کرنا ہے جن کی آئینہ داری
ہم آب و تاب اے کوہ صفا تجھ میں بڑھا دیں گے

کریں گے ہم ہویدا صنعت صانع کو گلشن میں
رگ گلہائے تر کو جادۂ عرفاں بنادیں گے

بدلنا صورت نوعیہ کا کیا کوئی مشکل ہے
شجر بن جائے گا کانٹوں کو یوں نشو ونما دیں گے

اٹھاکر چار دیواری گلوں کی صحن گلشن میں
حسینان چمن کے واسطے کعبہ بنا دیں گے

بنائیں گے مگر اک سمت کی دیوار کلیوں سے
جدار کعبہ کے کھلنے کی صورت بھی دکھا دیں گے

بتان سنگ دل سے عاریت لے کر سویدا کو
برائے استلام اک سنگ اسود بھی لگا دیں گے

بتو! دیکھو اگر قبضہ یہاں بھی کر لیا تم نے
حسینان چمن تم کو نگاہوں سے گرا دیں گے

پئے حج غول جب آنے لگیں گے مئے پرستوں کے
تو ساقی کے زچہ خانہ کو مئے خانہ بنا دیں گے

مقدم میکشی کو گر نہ حاجی حج پہ رکھیں گے
دکھا کر دور ساغر کا طواف ان کو بھلا دیں گے

جو ذوق شعر پیدا ہو گیا رندوں کو مئے پی کر
غزل گویان عالم کو چمن میں ہم بلا دیں گے

اگر جمتے نظر آیا نہ رنگ بزم اوروں سے
تو پڑھ کر یہ غزل ناظمؔ کی رنگ اپنا جما دیں گے

کسی دن ہنسنے والے ہم کو محفل سے اٹھا دیں گے
یہ کوئی بات ہے ہم روئیں گے وہ مسکرا دیں گے

یہ سوتے سوتے کیوں گھبرا کے پوچھا کیا بجا ہوگا
مری جاں سو رہو ہم خود اندھیرے منھ جگا دیں گے

یہی انداز ہے ان کا تو کیا امید خلوت کی
رقیب اٹھنے لگیں گے خود تو وہ زانو دبا دیں گے

اشارہ تخلیہ کا جب کیا میں نے تو فرمایا
چہ خوش ہم چاہنے والوں کو محفل سے اٹھا دیں گے

رقیبوں کی شکایت میں جو کرتا ہوں تو کہتے ہیں
چلو اچھا تمہیں غم کھاؤ ہم سمجھا بجھا دیں گے

رگیں ٹوٹیں مرے دل کی تو ٹوٹیں ان کو کیا مطلب
بھری محفل میں وہ انگڑائی لے کر مسکرا دیں گے

رقیبوں سے اشارے کیا ہوئے میں نے جو یہ پوچھا
کہا ٹھہرو ذرا دم لو بتا دیں گے بتا دیں گے

فدا اس تیز رفتاری کے تھم او جانے والے تھم
یونہی چلنا مگر جب زیر پا آنکھیں بچھا دیں گے

یہ دل منزل انہیں کی ہے لگادیں آگ میرا کیا
تماشا غیر دیکھیں گے وہ اپنا گھر جلا دیں گے

نہ رہ جائے لہو کا نام بھی فصاد اب دل میں
جو دو قطرے بھی باقی رہ گئے طوفاں اٹھا دیں گے

چل اے ساقی ذرا صحرا کی بھی شادابیاں دیکھیں
بوقت میکشی یہ قدرتی منظر مزا دیں گے

اگر یہ بزم برہم ہو گئی صحرا نوردی میں
تو پڑھ کر مطلع نو رنگ محفل پھر جما دیں گے

فدا اس بچپنے پر دل کو پہلے تو جلا دیں گے
بھڑک اٹھیں گے جب شعلے تو دامن سے ہوا دیں گے

میں جی اٹھوں گا آ لینے دو ان کو میری میت پر
وہ سر زانو پہ رکھ کر نکہت گیسو سنگھا دیں گے

صبا آہستہ چلنا وہ قریب صبح سوئے ہیں
غضب ہوگا ترے جھونکے جو زلفوں کو ہلا دیں گے

نہ سبزہ ہوگا پامال آپ اسی انداز سے چلئے
ہم ایسے چاہنے والے کلیجوں کو بچھا دیں گے

رقیبوں کے یہاں تو عیش سے راتیں بسر ہوں گی
میرے پہلو میں بیٹھیں گے تو کچھ باتیں بنا دیں گے

کہاں تک انتظار وعدۂ فردا کرے کوئی
یہ کیا انداز ہے جب دیں گے جھوٹا آسرا دیں گے

وہ سعیٔ وصل لاحاصل سہی ناصح کا کیا اس میں
زمین و آسماں کے ہم تو قلابے ملادیں گے

کوئی روئے گا درد دل سے وہ کہہ دیں گے وحشت ہے
بڑے حاذق جسے پائیں گے دیوانہ بنا دیں گے

نہ پوچھو داستاں فرقت نصیبوں کی کہا مانو
یہ دردانگیز قصے ہیں تمہارا دل دکھا دیں گے

اگر آنسو نکل آئے مری جاں سن کے یہ باتیں
کہاں جرأت جو ہم پھیلا ہوا کاجل چھڑا دیں گے

نہ چھیڑو وحشیوں کو ان کو اپنی دھن میں رہنے دو
تڑپ کر جب یہ روئیں گے تو تم کو بھی رلا دیں گے

رکیں کس سے یہ دیوانے کسی معجز نما کے ہیں
ادھر شق ہوں گی یہ دیواریں جدھر یہ منھ اٹھا دیں گے

نکل جائیں گے رخنہ ڈال کر دیوار زنداں میں
نگاہ گرم سے زنجیر کی کڑیاں گلا دیں گے

معاد و حشر کا تجھ کو یقیں ہوگا جب اے منکر
وہ ٹھوکر مار کر جب قم باذنی کی صدا دیں گے

نہ آئیں گے میری میت اٹھانے وہ تو کیا ہوگا
علیؑ تھوڑے ہیں وہ جو آ کے مردہ کو جلا دیں گے

علیؑ وہ جو خدا کے گھر میں پیدا ہونے والے ہیں
حرم کو آ کے جو اپنا، زچہ خانہ بنا دیں گے

بتو! اچھا نہیں ہے اس قدر سر در ہوا رہنا
علی کی آمد آمد ہے وہ اس نخوت کو ڈھا دیں گے

بتوں نے نام سنتے ہی کہا وہ کون ہیں آخر
کہ جو قبضہ ہمارا آ کے کعبہ سے اٹھا دیں گے

کہا مہر نبوت نے ابھر کر دوش احمدؐ پر
وہی جو اس جہاں سے کفر کی ہستی مٹا دیں گے

ولادت ہے علیؑ کی نعرۂ صل علیٰ شیعو!
برسم تہنیت ہم بھی کوئی مطلع سنا دیں گے

جواں اے کافرو! ہو لے یہ بچہ تو بتا دیں گے
بڑے آئے خدا کے گھر کو بت خانہ بنا دیں گے

ہیں کیا شیٔ راکب دوش نبی کے سامنے یہ بت
ہوئے ہیں متحد دو دل پہاڑوں کو گرا دیں گے

قیامت تک نہ چھوڑے ساتھ جو مہر نبوت کا
وہ نقش دیر پا دوش نبیؐ پر یہ بٹھا دیں گے

وہ پیدا تو یہیں ہوں گے رہے دیوار یا شق ہو
ہمیں کیا قفل اگر اغیار کعبہ میں لگا دیں گے

صدائے لن ترانی جس نے دی تھی طور پر موسیٰ
چلو ہم اس کا جلوہ تم کو کعبہ میں دکھا دیں گے

زیارت ہم تو ناظمؔ عالم معنیٰ میں کر آئے
ہوئی جو گفتگو باہم تمہیں وہ بھی سنا دیں گے

کہا میں نے کلیمؑ آنے کو ہیں بہر زیارت پھر
کہا ہم طور دل پر ہنس کے پھر بجلی گرا دیں گے

کہا میں نے کہ کیوں کر لائیں آنکھیں تاب نظارہ
کہا خاک قدم کا اپنی ہم سرمہ لگا دیں گے

کہا میں نے ملے گا آپ کو کیا رونمائی میں
کہا دے گا خدا تلوار بیٹی مصطفیؐ دیں گے

کہا میں نے نصیری ہیں خدا کہنے پر آمادہ
کہا کیا مرتبہ سے میرے وہ مجھ کو بڑھا دیں گے

کہا میں نے کہ جو کچھ ہو ارادہ ان کا حتمی ہے
کہا پھر حتم ہے یہ بھی کہ ہم گردن اڑا دیں گے

کہا میں نے کہیں رب آپ کو ہم بھی تو کیا ہوگا
کہا پڑھ کر **سقاھم ربھم** ساغر پلا دیں گے

کہا میں نے کہ نفس اللہ حقیقت جان کر کہہ دوں
کہا چپ ورنہ ان گستاخیوں کی ہم سزا دیں گے

کہا میں نے رقابت آپ کے احباب سے کر لوں
کہا ہرگز نہیں اس رسم ہی کو ہم اٹھا دیں گے

کہا میں نے کہ یہ تو ایک فطری بات ہے مولا
کہا ہم قوت معجز سے فطرت کو دبا دیں گے

کہامیں نے پر جبرئیل کیا کاٹو گے خیبر میں
کہا شاگرد کو کیا ہم اذیت بے خطا دیں گے

کہا میں نے کہ سکے داغ کے کیوں کر پرکھے گا
کہا ہم آتش عشق حقیقی میں تپا دیں گے

کہا میں نے جزا کیا دیجئے گا گر پڑھوں مطلع
کہا ہم تیری امیدوں سے بھی تجھ کو سوا دیں گے

اسی سن میں زباں جب ان کے منھ میں مصطفیؐ دیں گے
تو یارب کس قدر الفت جوانی میں بڑھا دیں گے

رسول اللہ لے کر گود میں بھائی کو کہتے ہیں
جواں ہو تو لو اپنا جانشیں تم کو بنا دیں گے

فلک پر دیکھ کر زہرہ کو کیوں اتنا ہمکتے ہو
تمہارے گھر میں اس تارے کو ہم اک دن بلا دیں گے

تری جانب پھری ہیں مچھلیاں بازوئے حیدرؑ کی
یہ بڑھ کر اے در خیبر تری چولیں ہلا دیں گے

نصاریٰ نے کہا بیٹا خدا کا تم کو اے عیسیٰ
نصیری تو انہیں اک دن خدا اپنا بنا دیں گے

شب معراج جو بیٹھے تھے چھپ کر اپنے عاشق سے
سنا ہے اب وہ چہرے سے نقاب اپنی ہٹا دیں گے

ہوا ہوگا جب ہی اس چاہنے والے سے یہ وعدہ
کہ رفتہ رفتہ یہ ہلکا سا پردہ بھی اٹھا دیں گے

ابھی تو ہاتھ دکھلا کر تمہیں تسکین دے دی ہے
ملو گے اب جو کعبہ میں تو صورت بھی دکھا دیں گے

کہو حیدر کو نفس اللہ دیکھا جائے گا ناظمؔ
ہوئی پرسش تو پردہ میں تجوز کے چھپا دیں گے

صدف مروارید: درمدح حضرت ابوالائمہ سیدالوصیین امیرالمومنین علیہ السلام

سفینہ آ گیا ہے دل کا بحر مئے کے طوفاں میں
جنوں کا جوش ہے سیلان ہے خون رگ جاں میں

یہ کس وحشی نے مر کر آج خالی کر دیا محبس
جدھر دیکھو اداسی اک نظر آتی ہے زنداں میں

شب مہتاب میں آہوں سے میری جو دھواں پھیلا
سمٹ کر داغ آخر بن گیا وہ ماہ تاباں میں

ہمیشہ جس کو جینا ہو وہ کٹوالے گلا اپنا
بجھائی ہے مرے قاتل نے تلوار آب حیواں میں

اثر آیا ہے ان کی شوخیوں کا تیر میں ان کے
کہ رہ رہ کر لیا کرتا ہے چٹکی قلب سوزاں میں

لیا وہ دل کہ جو پیدا ہوا تھا یاد خالق کو
خیانت تونے کی ظالم متاع دین و ایماں میں

متاع دین و ایماں بھی گئی اور دل بھی پہلو سے
لٹا یوں کارواں تاریکیٔ شبہائے ہجراں میں

جو کوئی غیر مانگے خط میرا دینا نہ اے قاصد
رکھے ہیں اس میں ٹکڑے دل کے دینا دست جاناں میں

فدائے دست و بازو بخیہ گر کو ہو گئی حیرت
وہ گہرے زخم ہیں جسم قتیل دست جاناں میں

سر تربت رکھا جب آ کے اس نے دست نورانی
فروزاں پانچ شمعیں ہو گئیں گور غریباں میں

ادھر جنبش ہوئی کچھ گوشہائے چشم میں ان کے
در آیا اس طرف تیر نظر میری رگ جاں میں

فنا کے بعد گو پتھرا گئیں آنکھیں مری لیکن
کھلے ہیں مثل نرگس انتظار دید جاناں میں

خدا کے واسطے باد صبا اس کو نہ گل کرنا
یہی اک شمع باقی ہے بس اب گور غریباں میں

الٰہی حشر تک نکلے نہ میرے دل سے یہ پیکاں
یہی اک رشتۂ الفت ہے اب دل اور رگ جاں میں

میں سچا تو ہوا اس بت کے آگے شکر ہے یا رب
کہ اس کافر کی الفت بھی لکھی ہے فرد عصیاں میں

الٰہی خیر ہو غصہ کسی پر ان کو آیا ہے
چڑھی ہیں تیوریاں بل پڑ رہیں ہیں زلف پیچاں میں

کھنچا جاتا ہے دل ہر ہر قدم پر زاہدوں کا بھی
عجب توبہ شکن انداز ہے رفتار جاناں میں

نہیں ہے داغ اس دل پر جو مدفن حسرتوں کا ہے
چڑھائے ہیں کسی نے پھول یہ گور غریباں میں

شعاعیں داغ دل کی توڑ کر سینے سے نکلی ہیں
ہے کیسی پر ضیا لو اس چراغ زیر داماں میں

الٰہی وقت آرائش انہیں کچھ بھول پڑ جائے
سمجھ کر آئینہ وہ جلوہ گر ہوں چشم حیراں میں

اگر مد نظر دو گلشنوں کی سیر ہو تم کو
دل پر داغ بھی میرا لئے جاؤ گلستاں میں

دوبارہ مطلع روشن زباں پر آ کے چمکا ہے
وہ کیفیت ہے جو تھی رجعت مہر درخشاں میں

نہیں ہے یہ بہار خال و خط رخسار جاناں میں
علیؑ کے مصحف رخ کی ثنا لکھی ہے قرآں میں

خدا کے شیر نے ہر ہر پیمبر کی مدد کی ہے
بچایا شیر سے سلمان کو کیسا نیستاں میں

اگر کرتے نہ آ کر ناخدائی ساقی کوثر
سنبھلتی نوحؑ کی کشتی نہ اس آفت کے طوفاں میں

خدائی ان کی گرویدہ تھی شیدا ان کا اک عالم
بھلا یہ حسن عالمگیر کیا تھا ماہ کنعاں میں

یہ چشم وابرو وبینی نہیں ہیں باعث زینت
علیؑ کے نام کا طغریٰ بنا ہے روئے انساں میں

گنہ گاروں کی امیدیں بڑھیں دوزخ کا دل ٹوٹا
خلیل اللہ کو جا کر بچانا نار سوزاں میں

کھڑک اٹھتی تھیں سب زنجیر کی کڑیاں بھی دہشت سے
مدد کو حضرت یوسفؑ کی جب جاتے تھے زنداں میں

پلا کر شربت دیدار یوسفؑ ان کو صحت دی
مسیحا تھے لئے یعقوب ان کے درد ہجراں میں

انہیں کا ذکر ورد حضرت داؤد رہتا تھا
اثر اس واسطے بخشا خدا نے ان کے الحاں میں

نہ کیوں کر جن و انس و وحش ہوتے تابع فرماں
علیؑ کے نام کی خاتم تھی انگشت سلیماں میں

مشابہ ان کی زلف عنبریں سے شب اگر ہوتی
تو خوشبو آ گئی ہوتی گل شمع شبستاں میں

اگر اپنے فرس کو دیں علیؑ حکم سبک سیری
نہ چھلکیں اشک اگر کا وہ کرے وہ چشم گریاں میں

محبت آپ کی بہتر ہے مولا ہر عبادت سے
یہ جوہر منتخب نکلا متاع دین و ایماں میں

خمخانۂ غدیر: درمنقبت وذکرواقعۂ تاریخی استخلاف امیرالمومنین روزغدیر

خوشی کے جوش سے بحر جہاں میں ہے یہ طغیانی — کہ چھلکا چاہتا ہے گوہر خوش آب کا پانی
بتا تو اے فلک کس تشنہ لب پر رحم آیا ہے — کہ ہر سو کر رہا ہے ابر نیسا ں گوہر افشانی
یہ کس مداح کا منھ موتیوں سے بھرنے والا ہے — لئے پھرتا ہے دامن میں گہر کیوں ابر نیسانی
مشجر کی قبا ہر ہر شجر نے زیب تن کی ہے — ہر اک گل ہو رہا ہے طرۂ دستار سلطانی
گلابی جامۂ گل بھی زمرد پوش ہے ساقی — لباس دخت رز سرخی میں ہے لعل بدخشانی
کھلے ہیں آج اتنی چاندنی کے پھول گلشن میں — کہ وقت شب اگر چاہو تو پڑھ لو خط کی پیشانی
ہر اک دیوار آئینہ سے بہتر ہے صفائی میں — نظر آتا ہے دل سینہ میں دل میں راز پنہانی
وہ پچھلی رات وہ مہتاب کی ہر سو ضیا باری — ستاروں کا وہ چھپنا، بلبلوں کی وہ غز لخوانی
نہالینے سے بیمار محبت جی گئے دم میں — چمن کی خاک ہے اکسیر پانی آب حیوانی
گلوں کے پاس بلبل بے خبر سوتی ہے گلشن میں — کیا کرتی ہے شب بھر نرگس شہلا نگہبانی
جوانان چمن بے خود ہوئے شبنم کے چھینٹوں سے — سرور و وجد میں ہیں بلبلیں محو غزل خوانی
ٹپک پڑتی ہے مئے انگور کے دانوں سے گلشن میں — جو قصد میکشی کرتے ہیں رندان گلستانی
گل خاطر شگفتہ ہی نہیں ہوتے کسی صورت — بدل دوں رنگ محفل کا سنا کر مطلع ثانی
ڈبو دے میرے ساقی آج سارا عالم فانی — دکھا دے کوثر آشاموں کو مئے کی آج طغیانی
بہ تبدیل لباس آئے ہیں میخانے میں زاہد بھی — دکھا کر دور ساغر کا بھلا دے سبحہ گردانی
ذرا تو مئے پرستی کا انھیں چسکا تو پڑنے دے — پھر ان سے پوچھ لیں گے حق شناسی و خدادانی
عبا کی آڑ میں زاہد اگر پی لیں تو کیا ڈر ہے — کہ ہے بنت العنب بھی مدعی پاکدامانی
رگیں کھنچتی ہیں دم گھٹتا ہے ساقی کیوں بہکتا ہے — وہ رکھا ہے مرا ساغر میان طاق نسیانی
خمار آلود سرخ آنکھوں کا صدقہ ہاں مرے ساقی — حنائی ہاتھ پر وہ رکھ کے دے مئے جو کہ ہو دھانی
چھلکتا جام دے ساقی تو وہ مطلع سناؤں میں — سوا ہو مطلع صبح قیامت سے جو نورانی
تنور جام سے ہو ساقیا وہ مئے کی طغیانی — غدیر خم میں جا نکلے سفینہ ہو کے طوفانی
تباہی میری کشتی کو لگا دے گی لب ساحل — بڑھا دے بحر طوفاں خیز مئے کی اور طغیانی
وہ ساغر دے جلی خط سے لکھا ہو یا علی جس پر — وہ مئے دے جس کے ہر قطرہ میں ہو اسرار ربانی
دکھا دو کھینچ کر تصویر اہل بزم کو ناظمؔ — غدیر خم کے نقشہ سے اڑے رنگ رخ مانی
مروج کر چکے عالم میں جب محبوب سبحانی — سوا حج و خلافت کے تمام ارکان ایمانی
تو اک دن آکے جبریل امیں نے عرض کی ان سے — کہ اے ختم الرسل خیر البشر مقبول یزدانی
خدا بعد سلام ارشاد فرماتا ہے حضرت سے — کہ تم نے خوب کی اے مصطفٰی تعلیم ایمانی

مگر امت تمہاری حج سے بالکل غیر واقف ہے
مناسک سب کو بتلاؤ کرو تعلیم ارکانی

یہ سن کر حکم احمدؐ سے منادی نے ندا کر دی
کہ جاتے ہیں برائے حج رسول انسی و جانی

اور اپنے ساتھ لے جائیں گے اہل استطاعت کو
طریق حج بتائیں گے پئے تکمیل ایمانی

غرض بعد منادی عازم کعبہ ہوئے حضرت
ہوئی چاروں طرف سے اہل عالم کی فراوانی

سواری شاہ عالم کی چلی اس شان و شوکت سے
کہ جائے چتر فرق پاک پر ہے ظل سبحانی

عقب میں صف بہ صف ستر ہزار انسان حاضر ہیں
ملائک رو برو پڑھتے ہوئے آیات قرآنی

اتمواالحج والعمره کوئی پڑھتا ہے قرأت سے
تو کوئی سورۂ حج میں ہے مصروف خوش الحانی

نقیب آسا جلال و رعب یہ آواز دیتی ہے
کہ جاتا ہے پئے حج صاحب معراج جسمانی

غرض بعد طواف کعبہ اس مہر نبوت نے
توقف کر کے عرفہ میں کیا اس کو بھی نورانی

ابھی رحل اقامت یاں سے اٹھنے بھی نہ پایا تھا
کہ جبریل امین آئے یہ لے کر وحی ربانی

کہ اے احمدؐ تمہاری زیست کے ایام آخر ہیں
بہت کم اب رہو گے تم میان عالم فانی

لہٰذا اپنے بھائی کو کرو اب جانشیں اپنا
تمہارے بعد وہ ہیں بادشاہ ملک ایمانی

علوم و معجزات انبیاء تعلیم انہیں کر دو
لکھو لوح دل حیدر پہ سب اسرار پنہانی

کرو اظہار اس انبوہ میں ان کی خلافت کا
رہیں تا اس پہ شاہد حاضرین بزم عرفانی

امین وحی سے یہ سن کے فرمایا محمدؐ نے
میں آنکھوں سے بجا لاتا مگر یہ ہے پریشانی

کہ مجھ کو اور علیؑ کو وہ کبھی زندہ نہ چھوڑیں گے
جو اس مجمع میں ہیں میرے اور ان کے دشمن جانی

گیا پیغامبر پیغمبر بر حق کا گردوں پر
رہا یاں مصطفیؐ کو انتظار وحی ربانی

نزول وحی خالق میں ہوا عرصہ تو عرفہ سے
چلی شہ کی سواری مثل اورنگ سلیمانی

غرض تا مسجد خیف آپ نے تعویق فرمائی
بہ خوف دشمنان و انتظار پیک ربانی

ابھی مسجد میں پہنچے تھے کہ ناگہہ جبرئیل آئے
علیؑ کے باب میں مثل گذشتہ کی سخن رانی

نبیؐ نے خوف اعدا سے نہ کی تعمیل حکم اب بھی
کہ خالق نے ضمانت کی نہ تھی بہر نگہبانی

ادھر جبریل کو بھیجا دوبارہ عذر فرما کے
ادھر کرنے لگے خود قطع منزلہائے طولانی

ابھی کچھ راہ طے فرما کے اک منزل پہ ٹھہرے تھے
کہ آئی بار سوم وحئ تاکیدئ ربانی

مگر آیا نہ اب کی مرتبہ بھی آیۂ عصمت
موکد تھا فقط مضمون وحی اول و ثانی

توقف آپ نے تبلیغ میں اب کی بھی فرمایا
مناسب امر استخلاف میں تعویق ہی جانی

بتاکید تمام اب کی کہا جبریل سے شہ نے
کرو یہ عرض تم جا کے سوئے دربار سبحانی

کہ میری جان جائے تو بلا سے کچھ نہیں پروا
جسد سے ہو تو ہو قطع تعلقہائے روحانی

علیؑ پر کچھ نہ بن جائے فقط ڈر ہے تو اتنا ہے
بہت ہیں بار الہا مرتضیٰؑ کے دشمن جانی

علیؑ کے باب میں ہر بات کی تکذیب کر دیں گے
مری تصدیق ہے اعدائے دیں سے غیر امکانی

مگر ہاں تو حفاظت گر کرے شر اعادی سے — تو میں تبلیغ ان احکام کی کردوں بآسانی
امین وحی سے یہ کہہ کے یاں سے بھی چلے حضرت — رہی لیکن برابر آپ کے دل کو پریشانی
کہ دیکھوں کیا جواب آتا ہے درگاہ الٰہی سے — امین وحی کیا لاتے ہیں اب کی حکم ربانی
پس قطع طریق و طئے منزلہائے طولانی — ہوئے داخل غدیر خم میں جب محبوب سبحانی
تو چوتھی مرتبہ نازل ہوئے جبریل گردوں سے — بحکم محکم خلاق بے ہمتا و لاثانی
سلام حق تعالیٰ خدمت والا میں پہنچا کر — دیا تہدید آمیز آپ کو یہ حکم ربانی
کہ اے احمدؐ علیؑ کے باب میں نازل ہوا جو کچھ — تمہارے رب کی جانب سے بدست پیک یزدانی
کرو جلد اس کی تبلیغ اور گر تاخیر کی تم نے — تو گویا کی نہ تبلیغ رسالتہائے ربانی
تساہل کیوں کرو اس میں کہ ہوں سب محنتیں ضائع — چرا کارے کند عاقل که بازآید پشیمانی
نہ خوف اہل مکر و کید کو دل میں جگہ دینا — خدا فرمائے گا شر اعادی سے نگہبانی
نگہباں ہے قوی تر ہیں قوی دشمن تو ہونے دو — نہ بس چلتا ہو دشمن کا تو پھر کیوں ہو پریشانی
کرو تم شوق سے اپنا وصی اپنے برادر کو — وہی ہے قابل خاقانی اقلیم ایمانی
یہ ہے مسند رسالت کی یہی ہے مستحق اس کا — ملے زیر فلک جس کا نہ ڈھونڈھے سے کوئی ثانی
مٹے گا دین یہ مسند اگر فساق نے پائی — چوکفر ازکعبه برخیزد کجا ماند مسلمانی
حفاظت کا سنا مژدہ تو فرمایا محمدؐ نے — بلال اٹھ کر پکارو ارجعوا یا اہل عرفانی
یہ سنتے ہی بلال پاک طینت نے صدا دے دی — کہ ٹھہرو حاجیوں نافذ ہوا ہے حکم سلطانی
پلٹ آئیں جو آگے بڑھ گئے ہیں قافلے والے — ضروری بات ہے کوئی رسولؐ اللہ کو فرمانی
غدیر خم کے میداں میں یہ سنتے ہی ہوا مجمع — پلٹ آئے جمیع سالکان راہ ایمانی
پڑا لنگر تھمی کشتی بحر پاک دامانی — ہوئی نصب ایک جانب بارگاہ خاص سلطانی
ہوا **حی علی خیرالعمل** کا شور صحرا میں — بڑھا بہر نماز ظہر فخر نوع انسانی
بلال اٹھے اذاں کہنے صفیں حجاج نے باندھیں — کہی تکبیر شاہ دیں نے چمکا داغ پیشانی
فدا ہوتی تھی عنوان ادائے حرف پر قرأت — صدا سن کر گلے کو چوم لیتی تھی خوش الحانی
غرض سورے پڑھے سجدے کئے وقت سلام آیا — ہوئے فارغ نماز ظہر سے محبوب سبحانی
بحکم شاہ پھر اصحاب نے پالان اشتر سے — بنایا ایک منبر زیر اشجار بیابانی
گئے بالائے منبر شاہ دیں اٹھ کر مصلے سے — پڑھا پہلے وہ خطبہ جس میں تھی حق کی ثنا خوانی
مخاطب بعد اس کے اپنی جانب بزم کو کر کے — کہا یا ایہاالناس اب سنو اسرار پنہانی
کہ جس دن سے مدینہ سے روانہ میں ہوا اب تک — مکرر آچکا ہے مجھ کو یہ پیغام ربانی
کہ اس مجمع میں اپنے بھائی کو اپنا وصی کر دو — کرے گا کشور دیں میں وہی اب معدلت رانی
مین تعمیلاً بحکم اللہ کرتا ہوں وصی اس کو — سمجھنا حکم کو اس کے ہمیشہ حکم یزدانی

یہی ہے ناخدائے کشتیٔ دین خدا وندی
یہی ہے گوہر شہوار درج پاک دامانی

اسی نے تیغ کے پانی سے باغ دیں کو سینچا ہے
یہی ہے باعث سرسبزیٔ گلزار ایمانی

یہی وارث علوم انبیاء ماسلف کا ہے
فرشتے جانتے ہیں فخر اس کے درکی دربانی

خدا رکھے علیؑ کو، اب جہاں سے ہم تو جاتے ہیں
متاع شرع کی اب ان کے ذمہ ہے نگہبانی

یہی ہے نفس پیغمبرؐ، یہی نفس خدا بھی ہے
سمجھنا اس کے ظل عاطفت کو ظل سبحانی

کہا پھر کیا نہیں اولیٰ ہوں میں تم سب کے نفسوں سے
نہیں کیا میں جہاں میں افضل اصناف انسانی

کہا سب نے کہ بیشک آپ اولیٰ بالتصرف ہیں
که نسبت ذره ہائے خاک را با نوریزدانی

پکڑ کر ہاتھ حیدرؑ کا کیا پھر اس قدر اونچا
کہ سب محفل سفیدی بغل نے کر دی نورانی

کہا پھر جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ بھی مولا ہے
مرے بعد اس کو سب سمجھیں جہاں میں احمد ثانی

کرو شکر خدا اتمام نعمت میں نے فرمایا
خلافت سے علیؑ کی ہوگئی تکمیل ایمانی

پھر اس کے بعد اٹھا کر ہاتھ درگاہ الٰہی میں
ہوئے محو دعا شاہ رسل محبوب یزدانی

علیؑ کے دوست جو ہوں بارالہا دوست رکھ ان کو
عداوت ان سے کر جو ہوں علیؑ کے دشمن جانی

غدیر خم کی محفل ہے قریب ختم ہاں ساقی
خم مینا سے کر دے آج ان مستوں کی مہمانی

پلا کر خم پہ خم بے ہوش کر دے اس قدر ساقی
لگے کانٹا تو یاد آجائیں اشجار مغیلانی

ہے ڈر کس کا شرابی کو کہ جو رب ہے وہی ساقی
سقاہم ربھم کرتا ہے اس دعویٰ کو برہانی

بھری ہے یہ شراب فرحت افزا جام نازک میں
دل عشاق میں یا آر زوئے وصل جانانی

پڑے ہیں مثل چشم بے مروت خشک جو ساغر
کھنچا جاتا ہے ان میں میکشوں کی آنکھ کا پانی

مرے سینے سے چھن کر میکدے میں نور پھیلا ہے
مرا داغ جگر بھی ہے چراغ زیر دامانی

بہا دے آتش تر کا سمندر میرے پہلو میں
مرے معجز نما ساقی بنا دے آگ کو پانی

گلابی آنکھ کے ڈوروں کی لہریں یاد دلوا دے
دکھا دے جلوۂ سیالیٔ یاقوت رمانی

ادھر بھی دیکھ لے بھولے سے او ترچھی نظر والے
میرا دل بھی ہدف کر دے لگا کر تیر مژگانی

گلے میں ڈال دے باہیں ذرا میں عید تو مل لوں
کہ ہے اس سال کی عیدوں میں یہ بھی عید لاثانی

انہیں آب حیات اور دشمنوں کو ان کے وہ مئے دے
ملا ہو جس میں قتال عرب کی تیغ کا پانی

مرے ساقی تصدق اپنی ان نیچی نگاہوں کا
وہ مئے دے جو بٹی تھی زیر اشجار مغیلانی

پڑھے تھے شعر اس مجمع میں حسان ابن ثابت نے
میں ان مستوں کے مجمع میں کروں گا تہنیت خوانی

مبارک مالک کوثر کو تجھ سا ماہوش ساقی
تجھے ساقی مبارک دو جہاں کی مملکت رانی

خوننابۂ دل: درمدح امیرالمومنین وتذکرۂ واقعات کربلا

مساوی مصطفیؐ کے یا علیؑ مرتضیٰ تم ہو
ہیں شہر علم پیغمبر تو در اس شہر کا تم ہو

محمد ہیں خدیو ملک سبحان الذی اسریٰ — سریر آرائے بزم قُلْ کَفیٰ واِنّما تم ہو
بعینہٖ تو نصیری کا مقولہ کہہ نہیں سکتا — مگر اتنا کہوں گا یا علیؑ عین خدا تم ہو
کہا ہے لافتیٰ الا علی جبریل نے تم کو — ثنا خواں ہیں ملک و ہ مرد میدان و غا تم ہو
مجھے جلوہ خدا کا یا علی دکھلا دو آنکھوں سے — نقاب رخ ہٹا دو مظہر شان خدا تم ہو
بھرا ہے تم نے درہائے نجف سے دامن صحرا — گہر پیدا کئے خشکی میں وہ بحر عطا تم ہو
نہ تھے تم عہد موسیٰؑ میں اسی (سے) لن ترانی تھی — اور اب تو نام حق موجود اے نفس خدا تم ہو
رگ نشوو نما کو ایک مدت سے نہیں جنبش — ہے پژمردہ ہماری کشت دل ابر سخا تم ہو
تمہاری ذات میں جلوہ نما ہے شان خالق کی — خدا کے حق نما بندہ نصیری کے خدا تم ہو
وہ شمع طور تھی جس سے کلیم اللہ کوغش آیا — حریم حق میں جو چمکا وہ نور کبریا تم ہو
یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کی اک تفسیر تھی یہ بھی — چڑھے دوش نبیؐ پر، کیوں نہ ہو دست خدا تم ہو
ملاکر آتش تر آب حیوانی میں دو مجھ کو — دکھا دو آگ پانی ایک جا معجز نما تم ہو
شراب اللہ کے ہاتھوں سے ملتی ہے ڈروں کس سے — پیوں گا آج میں جی کھول کر دست خدا تم ہو
مئے کوثر ہو، گلگشت جناں ہو، ساتھ حوریں ہوں — سبو ہوں، جام ہو، مینا ہو، میں ہوں، ساقیا تم ہو
ہمارے رب ہو تم تو یا علی ابن ابیطالب — نصیری جھوٹ کہتے ہیں کہ عالم کے خدا تم ہو
خدا کہتا ہے خود توبہ کروں کیوں اس عقیدے سے — سقاھم ربھم میں رب سے مقصود خدا تم ہو
بڑی مشکل میں ہیں وہ لوگ بھی یا حیدرؑ صفدر — خبر لو کربلا والوں کی بھی مشکل کشا تم ہو
سکینہ جاں بلب ہے پیاس سے اے ساقیٔ کوثر — بجھا دو پیاس اس کی یا علیؑ ابر سخا تم ہو
تمہاری بیٹیاں پھرتی ہیں کوفہ میں برہنہ سر — وہاں محتاج چادر ہیں جہاں کے بادشا تم ہو
کٹا جاتا ہے پھندے سے رسن کے بازوئے زینب — گرہ کو کھول دو یا مرتضیٰؑ عقدہ کشا تم ہو
مرے جاتے ہیں بچے شام کے زنداں میں گھٹ گھٹ کر — در زنداں کو آکر کھول دو خیبر کشا تم ہو
بخیلوں سے سوال آب غیرت دار کرتا ہے — نظر اک کربلا کی سمت بھی عین خدا تم ہو
نہیں ملتی پسر کی لاش شہ گھبراتے پھرتے ہیں — زباں پر ہے کہ آؤ یا علیؑ مشکل کشا تم ہو
تڑپنا دیکھ کر اکبر کا شہ کہتے تھے اے ناظمؔ — بچاؤ یا علیؑ ہر درد پنہاں کی دوا تم ہو
تمہارے شیر کا شبیر سے لاشہ نہیں اٹھتا — تمہیں آکر اٹھاؤ یا علی شیر خدا تم ہو

گوشوارۂ عرش: درتہنیت ولادت امام الکونین حضرت ابی عبداللہ الحسینؑ

ہو اگر دو ل پہ یثرب کی طرف سے ابر تر پیدا — بہار آئی ہوا پھر دل میں وحشت کا اثر پیدا
چلے ہیں وحشیوں کے غول نام قیس لے لے کر — ہوا ہے قلزم وحشت میں کیا جوش الحذر پیدا
لگی ہے آگ دل میں توڑ دے او بخیہ گر ٹانکے — ہوا دے گا جو ہوگا دامن زخم جگر پیدا

اڑا زخم جگر سے میرے کافور اس قدر شب کو — ہوئے گردوں پہ قبل از وقت آثار سحر پیدا
ٹھہر کر دم تو لے لے سایہ میں اے رہرو الفت — ہوئے ہیں آج کل صحرا میں آہوں سے شرر پیدا
بڑھاپا آ تو لے سب چل بسیں گی حسرتیں دل کی — سرا سے قافلہ نکلے گا ہونے دو سحر پیدا
نہ پوچھ اے دل نگاہ شوق سے محبوب کی منزل — یہ آنکھیں خود ہی کر لیں گی کہیں حد نظر پیدا
نظر پڑنے سے مطلب ہے غش آجائے تو آجائے — ذرا ہونے تو دو اک پر تو رخ طور پر پیدا
سنا ہے چاہنے والوں سے جاگیروں کے وعدے ہیں — محبت کی ہے تم نے خود مری جاں چھیڑ کر پیدا
خود اپنی جان دیدی عاشقوں کے واسطے آخر — ہوا یہ ربط حسن و عشق میں الٹا اثر پیدا
بہ تحریک ہوا آواز آتی ہے یہ طوبیٰ سے — ہوا زہرا کے نخل آرزو میں اک ثمر پیدا
زمین و آسماں ہوتے نہ حیوان و بشر پیدا — حسینؑ ابن علیؑ کو حق نہ فرماتا اگر پیدا
منور یوں ہوا پیدائش شبیرؑ سے عالم — کہ جیسے چشم نابینا میں ہو نور بصر پیدا
لکھا ہے شاہ کا عہد ولادت جب قریب آیا — ہوئے ختم الرسالت کو کچھ اسباب سفر پیدا
بلا کر فاطمہ کو آپ نے تاکید فرمائی — نہ دودھ اس کو پلانا تم جو ہو میرا پسر پیدا
ادھر غیبت ہوئی مہر رسالت کی مدینہ سے — ادھر چرخ امامت پر ہوا روشن قمر پیدا
نہ زہراؑ نے پلایا تین دن تک دودھ بیٹے کو — ہوا ہر چند اس کی بھوک سے سوز جگر پیدا
سفر سے تین دن کے بعد جب پلٹے رسول اللہ — تو دیکھا ضعف کا ہے جسم نازک پر اثر پیدا
تحمل تین فاقوں پر کیا آغوش مادر میں — ہوئی ہے صبر کی قوت ابھی سے اس قدر پیدا
دیا جس دم انگوٹھا آپ نے شبیرؑ کے منہ میں — ہوا ایک دودھ کا چشمہ پئے نور نظر پیدا
غذا پائی ہے انگشت رسولؐ اللہ سے بچپن میں — جواں ہوں گے تو ہوگی قوت شق القمر پیدا
بہ اعجازی غذا دے دے کے اس بچہ کو حضرت نے — کیا ہر ہر رگ و پے میں امامت کا اثر پیدا
شرف یہ ہو گیا مخصوص اسی سے نسل میں ان کی — ہوئے اس برج سے پھر نو امامت کے قمر پیدا
امام سبحہ تک بنتا ہے ان کی خاک تربت سے — نہ کیوں سلک نسب میں ہوں امامت کے گہر پیدا
نہ کیوں بچے مسیحائی کریں اس خوں کی شرکت سے — کیا اکسیر کا جس خون نے مٹی میں اثر پیدا
زمیں پر آ گیا حامی فلک کے رہنے والوں کو — ملائک کی دعاؤں میں نہ کیوں کر ہو اثر پیدا
فرشتوں کے قبیلے آ رہے ہیں تہنیت دینے — ہوا ہے گھر میں مخدوم ملائک کے پسر پیدا
خدا رکھے یہ بچہ حامل نور ائمہ ہے — ہوا ہے باغ زہراؑ میں یہ نخل باور پیدا
گلے مل مل کے کہتے ہیں نصیری چل کے دیکھو تو — ہوا ہے گھر میں آج اللہ کے نور نظر پیدا
خدا کے لم یلد ہونے سے دین حق ہوا ظاہر — ہوا جب گھر میں معبود نصیری کے پسر پیدا
مبارک رہرواں جادہ شرع محمدؐ کو — ہوا ہے آج شہر علم میں اک اور در پیدا
مبارک حضرت بنت اسد پوتا مبارک ہو — ہوا ہے بیشۂ شیر خدا میں شیر نر پیدا

ہے ماں خاتون جنت، باپ ساقی حوض کوثر کے — نہ کیوں کر سید شبان جنت ہوں پسر پیدا
بنی ہیں جنتیں ان کے محبوں کے لئے ناظمؔ — ہوئی ہے ان کے اعدا کے لئے نار سقر پیدا

قطعۂ تاریخ کتاب: ازنتائج افکار لسان الملک مداح آل محمد مرزا کاظم حسین صاحب محشرؔ لکھنوی

کیا ہی دلکش چھپا علامہ ناظمؔ کا کلام — جس کا ہر شعر ہے زیب نظر بزم افروز
نقد دل لے کے خریدار گھروں سے نکلے — دفعتہ پھیل گئی جب خبر بزم افروز
کیوں نہ ہوں مدح ائمہ میں قصائد مقبول — نکتے نکتے سے عیاں ہے اثر بزم افروز
ہیں بہم شعروں میں یوں مصرع اول و دوم — ایک ہے صورت دل ایک جگر بزم افروز
کلک محشرؔ نے رقم کر دیا یوں طبع کا سال — در منظوم ہے سلک گہر بزم افروز
۳ ۳ ۴ ۱ ء

قطعۂ تاریخ ترتیب قصائد: ازنتائج افکار امتیاز الشعراء فخر الادباء جناب سید محمد جعفر صاحب قدسیؔ جائسی

کامل دہر جناب ناظمؔ — فاضل عصر و فقیہ و عالم
مجد میں فرد، شرف میں یکتا — آفتاب فلک عز و علا
رکن دیں زینت بزم ارشاد — نقطہ مرکز حق روح رشاد
جان معنیٰ ہیں قصائد جن کے — ان کی توصیف ہے ممکن کس سے
لفظوں میں جلوۂ عرفانی ہے — جو قصیدہ ہے وہ نورانی ہے
حضرت شمسؔ نے یہ مجموعہ — ذوق فطری سے مرتب جو کیا
بڑھ گئی اور بھی اس کی زینت — آگئی شمس کی نورانیت
سرفگندہ ہے قلم اے قدسیؔ — وصف کیوں کر ہو رقم اے قدسیؔ
لکھ دو تاریخ کا مصرع لکھ دو — در منظوم کا جلوہ دیکھو
۰ ۵ ۳ ۱ ھ

بہ اہتمام سید ریاض الحسن موسوی تاجر کتب چوک، لکھنؤ مطبوعہ یوسفی پریس فرنگی محل، لکھنؤ